بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ-4
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلہ]
45-56 (2018ء)

*ڈاکٹر سجاد علی رئیسی

حضرت علی، حسن بن علی کی امامت پر شیعہ و اسماعیلیہ کے مابین اختلافات

ABSTRACT: Shia is the biggest sect after Ahail Sunnah in the Islamic world. In this context, Ismailia Shia, (a branch of Shiaism) is the largest part of Shiaism which is further divided into Nazria (Agha Khani) and Mustalia (Bohari).The above schools of thought of Shia faith are agreed with the arguments presented in the Holy Quran and Hadiths with reference to Imamat Hazrat Ali and His progeny. In the light of this, they are termed as Shia. Moreover, they have complete understanding on Hazrat Imam Jaffar Sadique's Imamat but there is some difference with regard to Hazrat Ali and Hazrat Hassan. The Bohri do not accept the status of Hazrat Ali as the first Imam of Shia order but, on the contrary, Ismailia Shia do not acknowledge Hazrat Hassan as Imam rather they call him as Mustawda (care taker /Temporary Imam). On the other hand, the whole world acknowledges Hazrat Ali as the fist Imam and Hazrat Hassan as the second. It is because of prevailing concept of theory of Mustaqirra and Mustawda. According to the oldest primary sources, the Imamat of Hazrat Imam Hassan (A.S) is proved. Ismailia Shia brought some amendments in order of the above-mentioned Imamat and regarded Harat Ali the first Imam and Hazrat Hussain bin Ali as the second Imam. But in accordance with Mubarkia (from which Islmia was founded) has termed Hazrat Hassan as the second Imam. In addition to the above arguments, the oldest Shia sect Qarmata also believes in Hazrat Imam Hassan as the second Imam of Shia order.

کلیدی الفاظ: عصمت، خلافت، تاویلات، حدیث، حرمت

* اسسٹنٹ پروفیسر، انسٹیٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، فیکلٹی آف آرٹس اینڈ لینگئیجز، شاہ عبد اللطیف یونیورسٹی، خیرپور سندھ۔

تفہیمی اصطلاحات:

شیعہ: حضرت علی اور اولاد علی کی امامت کا قائل عالم اسلام کا دوسرا بڑا فرقہ

اسماعیلی: مذہب شیعہ کا ایک ذیلی فرقہ جو حضرت امام جعفر صادق کی جانشینی میں شیعہ اثنا عشری سے مختلف النظر ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم کے بجائے حضرت جعفر صادق کے فرزند حضرت اسماعیل کو جانشین مانتے ہیں اسی نسبت سے انہیں شیعہ اسماعیلی کہا جاتا ہے۔

مستعالیہ و نزاریہ: مذہب اسماعیلیہ کے ایک امام حضرت مستنصر باللہ کی جانشینی کے حوالے سے اختلافات پیدا ہوئے۔ جس کے نتیجے میں مذہب اسماعیلیہ نزاریہ و مستعالیہ سے دو فرقوں میں منقسم ہوا ۔ دور حاضر میں مستعالیہ کو بوہری اور نزاری کو آغا خانی سے یاد کیا جاتا ہے۔

قرامطہ: یہ فرقہ حضرت جعفر صادق کی جانشینی کے سلسلے میں حضرت موسیٰ کاظم اور اسماعیل بن جعفر دونوں کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ حضرت محمد بن اسماعیل کو جعفر صادق کو اجانشین مانتا ہے۔

مستودع و مستقر: شیعہ اسماعیلی دو طرح کی امامت کا تصور رکھتے ہیں۔ مستقر وہ امام ہوتا ہے جس میں گزشتہ امام ائندہ امامت کو متعین کرتا ہے اور وہی اصلی جانشین ہوتا ہے جبکہ مستودع امام وہ ہوتا ہے جس کو وقتی طور پر بعض امامت کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں لیکن وہ مستقل امام نہیں بن سکتا ہے اور نہ ہی اپنے بعد امامت کا تعین کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔

مقدمہ

عالم تشیع کے دو اہم فرقے شیعہ اثنا عشریہ و شیعہ اسماعیلیہ مشہور ہیں۔ عرف عام میں اثنا عشری شیعیت کو شیعہ اور شیعہ اسماعیلیہ کو

اسماعیلیہ سے پہچانا جاتا ہے۔ عالم تشیع میں ایک اندازے کے مطابق نوے فیصد شیعہ اثنا عشریہ ہیں باقی دیگر شیعہ فرقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور آپ کے فرزند حضرت حسن کی امامت کے حوالے سے شیعہ اثناعشریہ اور شیعہ اسماعیلیہ (قرامطہ، نزاریہ، مستعالیہ) کے نظریات یکسر مختلف ہیں۔ شاید یہ بات ایک عام قاری کو نئی اور عجیب لگے کہ شیعہ اسماعیلی بوہری فرقہ حضرت علی کی امامت کو امام اول کی حیثیت سے تسلیم نہیں کرتا ہے اسی طرح شیعہ اسماعیلی آغاخانی فرقہ حضرت حسن کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا ہے جبکہ دیگر پوری امت مسلمہ حضرت علی کو امام اول اور حضرت حسن بن علی کو امام ثانی کی حیثیت سے مانتی ہے۔ مقالہ ہذا میں بلا کسی عقیدت وعصبیت کے اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت حسن بن علی کی امامت پر شیعہ فرقے مختلف النظر کیوں ہیں۔ جو فرقے ان دونوں کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ان کے دلائل کیا ہیں اور ان دونوں کی امامت پر جو نصوص موجود ہیں ان کی حجیّت قابل قبول ہے یا نہیں۔

صفات ومقام امامت میں شیعہ اثناعشری اور اسماعیلی نزاریہ میں کوئی خاص اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، لیکن امام کی شناخت اور مصداق میں اختلافات موجود ہیں۔ دونوں کا نظریہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جانشین اول حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اس سلسلے میں شیعہ واسماعیلیہ دونوں بہت سی قرآنی آیات حضرت علی کی امامت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مشہور شیعہ عالم عبداللہ شبّر نے اپنی کتاب حق الیقین میں ان تمام آیات کو جمع کیا ہے اور تمام قدیم وجدید تفاسیر کے مطابق یہ بیان کیا ہے۔ علاوہ ازیں رسول اکرم ﷺ کی کئی احادیث بھی حضرت علی کی امامت میں موجود ہیں۔ ان میں سے حدیث یوم الدار، حدیث ثقلین، حدیث منزلت، حدیث غدیر، حدیث طیر

اور حدیث سفینہ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ یہ وہ احادیث ہیں، جنہیں تواتر کے ساتھ تمام شیعہ اور سنی محدثین نے نقل کیا ہے اور ساتھ ہی ان احادیث کے مصداق حضرت علی کے ہونے میں محدثین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ مفاہیم میں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔

شیعہ اثنا عشریہ کے نزدیک سلسلہ امامت میں حضرت علی کے امام اول ہونے پر اختلاف نہیں ہے۔ لیکن شیعہ اسماعیلیہ اس حوالے سے منقسم نظر آتے ہیں۔ اسماعیلیہ کا فرقہ متعالیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امام اول تسلیم نہیں کرتا ہے بلکہ انہیں اساس الائمہ یا راس الائمہ کا درجہ دیتے ہوئے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کو بالترتیب امام اول و دوم قرار دیتا ہے جبکہ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت علی کو امام اول مانتے ہیں لیکن حضرت امام حسن کو امام (مستقر) نہیں مانتے ہوئے حضرت حسین بن علی کو امام ثانی مانتے ہیں۔ پوری امت مسلمہ حضرت حسین بن علی کو تیسرا امام مانتی ہے جبکہ اسماعیلیہ حضرت حسین بن علی کو دوسرے امام کا درجہ دیتے ہیں۔ اگر اسماعیلیہ کے امامت سے مربوط بنیادی مصادر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اسماعیلیت میں یہ افتراق " نظریہ ائمہ مستقرہ اور مستودعہ " کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ تاریخی اعتبار سے اسماعیلیہ کے قدیم نظریہ کے مطابق ائمہ مستقرہ کل سات ہیں۔ اسماعیلی مذہب کے جتنے بھی فرقے ہیں سب کے نزدیک سات کا ہندسہ انتہائی مقدس سمجھا جاتا ہے کیونکہ تمام انبیاء و اوصیاء کو اسی سات سے معنون کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام انبیاء کا ساتواں امام ناطق ہوتا ہے۔ اسماعیلی مذہب کے متعدد مشہور داعی (عالم) گزرے ہیں ان علماء سے منسوب متعدد دعائیں موجود ہیں جن میں یہ عقیدہ امامت کی تفاصیل موجود ہیں۔ امام معز کی ایام سبعہ کے عنوان سے ایک دعا ہے۔[i] جس کے مطابق حضرت آدم ناطق اول،

حضرت نوح ناطق دوم، حضرت ابراہیم ناطق سوم، حضرت موسیٰ ناطق چہارم، حضرت عیسیٰ ناطق پنجم، حضرت محمد ﷺ ناطق ششم اور حضرت محمد بن اسماعیل ناطق ہفتم ہیں۔ اگر اس پر توجہ دی جائے تو یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت محمد بن اسمٰعیل ساتواں ناطق قرار پاتا ہے۔ اب چونکہ ساتویں اور آخری مستقر امام حضرت محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق ہیں۔ اگر امامت کو حضرت علی سے شروع کیا جائے تو ائمہ مستقرہ کی تعداد آٹھ بنتی ہے۔ ظاہراً یہ علت اور سبب نظر آتا ہے، جس کو اکثر قدیم مورخین اور محدثین نے لکھا ہے کہ سات کے عدد کے ثبوت کیلئے قدیم مذہب اسماعیلیہ کے ماننے والوں نے حضرت علی کو پہلے امام کے بجائے اساس اور باب الابواب قرار دیا اور حضرت حسن بن علی کو پہلا امام قرار دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر زاہد علی اس عقیدے کو ایک داعی کی دعا سے نقل کرتے ہیں۔ "ان نقول ان الادوار ستۃ اولھم الحسن والحسین و علی و محمد و جعفر و اسمٰعیل والدور السابع دور القائم محمد بن اسمٰعیل۔"[ii] اس دعا میں امام حسن کو پہلا امام قرار دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت علی کو امام اول قرار نہیں دیا جا رہا ہے۔ اسماعیلیہ مستعالیہ (داؤدی اور سلیمانی دونوں فرقے) اسی نظریہ کے قائل ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق حضرت علی بن ابی طالب امامت کی اساس ہیں۔ امامت ان ہی سے پھوٹی ہے اور پہلے امام حسن بن علی ہیں لیکن شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ کے نزدیک حضرت علی بن ابی طالب پہلے امام ہیں۔ البتہ امام حسن امام مستقر نہیں ہیں۔ ان کے نظریے کے مطابق امام حسن امام مستودع (care taker) ہیں۔ یوں ان دونوں تاویلات کے ذریعے ہی سے حضرت محمد بن اسماعیل آخری امام مستقر بن جاتے ہیں۔ شیعیت کا ایک اہم فرقہ قرامطہ بھی ہے۔ یہ فرقہ اب تقریباً منقرض ہو چکا ہے۔ اب یہ فرقہ دنیا میں کہاں بستا ہے اس کے بارے میں صحیح معلومات ہمیں نہیں ملی تاہم قرین قیاس یہ ہے کہ شیعہ

علویوں کے خول کے اندر شیعہ قرامطہ موجود ہیں یوں ممکنات میں سے ہے کہ یمین اور شام میں اس فرقے کے ماننے والے موجود ہوں۔ یہ فرقہ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی امامت کو تسلیم نہیں کرتا ہے اس لئے انہیں اسماعیلیہ کے بجائے شیعہ قرامطہ یاد کیا جاتا ہے۔ اس نام سے پکارنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے۔

"ثم ظهر فی دعوته الی دین الباطنیه رجلٌ یقال له: حَمدَان قِرمط، لقب بذلک لقَرمطة فی خطه او خَطوه، و کان فی ابتداء امره اکار من اکره سواد الکوفة، الیه تنسب القرامطة۔"[iii]

اسی طرح اسماعیلی مذہب کے مشہور عالم ڈاکٹر زاہد علی بھی قرمطی مذہب کے وجہ تسمیہ تقریباً یہی بیان کرتے ہیں۔ "اسمٰعیلی فرقے کی سب سے پہلی اور اہم شاخ قرامطہ ہے۔ یہ لفظ جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد قرمطی ہے۔ جو قرمط کا اسم سے منسوب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرمطہ لقب ہے حمدان بن اشعث کا جس نے اس فرقے کی بنیاد ڈالی۔"[iv]

بہر حال مذہب قرامطہ کے نزدیک بھی ائمہ مستقرہ کی تعداد سات ہے، لیکن وہ ان دونوں تاویلات کے حق میں نہیں۔ ان کے نزدیک حضرت اسماعیل بن جعفر امام نہیں ہیں۔ قرامطہ کے نظریہ کے مطابق حضرت اسماعیل بن جعفر صادق امام قائم کی زندگی میں ہی دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔ ان پر نص امامت ہونے یا نہ ہونے کی دونوں صورتوں میں وہ امام نہیں ہیں۔ اگر نص امامت ہوئی ہے تو اس صورت میں قائم کی موجودگی میں امام کا منصب ان کو نہیں مل سکتا تھا، اس لئے وہ امام نہیں رہے۔ ورنہ زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ امام قائم یعنی جعفر صادق نے ان پر نص امامت نہیں کی تھی۔ پس مذہب اسماعیلیہ کے ان تینوں فرقوں کے نزدیک محمد بن اسماعیل آخری امام مستقر ہیں لیکن تینوں فرقوں کے نزدیک آخری امام ثابت کرنے کے نظریات الگ الگ ہیں۔ یوں ائمہ مستقرہ کے مصادیق میں بھی اختلاف موجود ہے۔ شیعہ اثنا عشریہ، اسماعیلیہ نزاریہ اور قرامطہ کے نزدیک حضرت علی امام اول ہیں جبکہ اسماعیلیہ مستعالیہ (بوہرے) کے نزدیک حضرت حسن بن

علی امام اول ہیں۔ حضرت حسن حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت فاطمہ الزہراء کے پہلے فرزند تھے۔ آپ نے نیمہ ماہ رمضان ۳ھ میں دنیا میں آنکھ کھولی۔ حضرت علی بن ابی طالب جیسے باپ اور فاطمہ جیسی ماں کے سایہ میں بہترین تربیت ورشد اور نشو ونما پائی۔ آپ کی ولادت پر آپ کے نانا نے آپ کا نام حسن رکھا۔ خاندان رسالت کے اولین فرزند مرسل اعظم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مکمل آئینہ دار تھے۔ پیغمبر خدا ﷺ اس نومولود سے خاص عشق ومحبت کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے دونوں نواسوں حضرت حسن و حضرت حسین کی فضیلت میں متعدد احادیث بیان فرمائی ہیں، جن میں سے بعض احادیث ایسی ہیں جو ان دونوں کی امامت کے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ جیسے کہ حدیث مبارکہ ہے۔ "قال صلی اللہ علیہ وآلہ: الحسن والحسين اماما امتى بعد أبيهما، وسيدا شباب أهل الجنة، امهما سيدة نساء العالمين، وأبوهما سيد الوصيين ومن ولد الحسين تسعة أئمة تاسعهم القائم من ولدی، طاعتهم طاعتی ومعصيتهم معصيتی، الى الله أشكو المنكرين لفضلهم والمستنقصين لحرمتهم بعدی وكفى بالله وليا وناصرا لعترتی وأئمة امتی، ومنتقما من الجاحدين لحقهم " حسن و حسین اپنے باپ کے بعد میری امت کے امام ہیں۔ اور نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔ ان کی والدہ عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں۔ اور ان کے اولاد وجہانوں کے آقا ہیں اور حسین سے نو ائمہ ہیں اور نواں قائم الائمہ ہیں۔ ان (نویں امام حضرت امام مہدی) کی اطاعت میری اطاعت ہے اور ان کی نافرمانی میری نافرمانی ہے۔ میں اللہ کے پاس ان لوگوں کے بارے میں شکوہ کروں گا جو میرے بعد ان (ائمہ اہل بیت) کی فضیلت سے انکار کرتے ہیں ان کی حرمت اور تکریم کو گھٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالی ہی میری عترت اور میری اہل بیت کے لئے کافی ہے اور ان لوگوں سے جنہوں نے (ائمہ اہل بیت) کا حق سلب کیا ہے ان سے انتقام لیں گے۔"[۷]

یہ حدیث قدیم مواد میں تواتر کے ساتھ آئی ہے لیکن بعد کے مواخذ میں حدیث کے دوسرے حصہ کو کثرت سے بیان کیا جاتا ہے ورنہ حدیث کے حصہ اول میں حسنین کی امامت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ لہذا حضرت حسن کی

امامت سے انکار ممکن نہیں اور اسی طرح سے حدیث میں حضرت علی کی امامت کا ثبوت بھی واضح ہے۔ بہرحال باپ کی جدائی کے بعد حضرت حسن مسند امامت پر جلوہ افروز ہوئے۔ امامت کو حضرت حسن اپنا الٰہی حق سمجھتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے بچپنے میں ایک شخص کو منبر رسول ﷺ پر سے نیچے اترنے کا اصرار کیا اور خود کو اس منبر کا وارث قرار دیا۔ جہاں تک اموی خلیفہ معاویہ سے حضرت حسن بن علی کی صلح کا تعلق ہے تو حضرت حسن نے حکومت (دنیاوی منصب) کو معاویہ کے سپرد کیا تھا لیکن منصب امامت (الٰہی حکومت) کو معاویہ کے حوالے ہرگز نہیں کیا تھا۔ شیعوں کے جتنے بھی فرقے ہیں وہ حضرت حسن بن علی کی امامت کے قائل ہیں۔ سوائے شیعہ اسماعیلیہ نزاریہ (آغاخانیہ) کے جو حضرت حسن کی امامت کو تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ اسماعیلیہ نزاریہ حضرت حسن کی امامت کے کیوں قائل نہیں ہیں۔ اس پر تفصیلی بحث بعد میں آئے گی۔

اکثر سیرت نگاروں نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی امامت پر مختلف جہتوں سے بحث کی ہے۔ حضرت حسن و حسین کی امامت میں متعدد احادیث روایت کی جاتی ہیں۔ "الحسن و الحسین امامان قاما او قعدا، اللّھمّ انّی اُحبّھما فاحبّ من یحبّھما۔[vi] میرے یہ دونوں بیٹے امام ہیں خواہ یہ اٹھ کھڑے ہوں یا خواہ بیٹھ جائیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں پس تو انہیں اپنا محبوب رکھ جو ان سے محبت کرتے ہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث میں کھڑے ہونے سے مراد امام حسین کا جہاد اور بیٹھنے سے مراد امام حسن کی صلح تعبیر کی ہے۔ یہی وجہ "شہادت سے پہلے حضرت علی (ع) نے پیغمبر اکرم (ص) کے فرمان کی بناء پر حضرت حسن (ع) کو اپنا جانشین معین فرمایا اور اس امر پر امام حسین (ع) اور اپنے تمام بیٹوں اور بزرگ شیعوں کو گواہ قرار دیا۔"[vii] اکثر مورخین نے امام حسن کی امامت کی تعیناتی اور پھر لوگوں کی طرف سے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کو تفصیل

سے لکھا ہے۔ "21 رمضان المبارک سن 40ہجری کی شام کو حضرت علی (ع) کی شہادت ہو گئی۔ اس کے بعد لوگ شہر کی جامع مسجد میں جمع ہوئے، حضرت امام حسن مجتبی (ع) منبر پر تشریف لے گئے اور اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے اعلان اور ان کے فضائل بیان کرنے کے بعد اپنا تعارف کرایا، پھر بیٹھ گئے اور عبد اللہ ابن عباس کھڑے ہوئے اور کہا لوگو یہ امام حسن (ع) تمہارے پیغمبر (ص) کے فرزند، حضرت علی (ع) کے جانشین اور تمہارے امام (ع) ہیں ان کی بیعت کرو۔ لوگ چھوٹے چھوٹے دستوں میں آپ کے پاس آتے اور بیعت کرتے رہے۔"viii

الغرض حضرت حسن کو ان کے والد بزرگوار کی وصیت کے مطابق خلیفہ (امام) منتخب کر لیا گیا اور لوگوں نے بھی ان کی بیعت کر لی۔ امامت کا منصب سنبھالنے کے بعد چھ ماہ تک شام و مصر کے علاوہ اسلامی ممالک کا انتظام آپ کے ہاتھ میں رہا اور آپ اپنے والد کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

فرہاد دفتری حضرت حسن بن علی کی خلافت اور اس وقت کے حالات کے بارے میں رقم طراز ہیں۔ "تقریباً چالیس ہزار کوفیوں نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کے فرزند اکبر حسن بن علی کو اپنے والد کی رحلت کے بعد تخت خلافت پر بٹھایا۔ مگر معاویہ کئی سالوں سے منصب خلافت حاصل کرنے کے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ بلا شبہ اب معاویہ کی قوت بالکل چیلنج بن گئی تھی اور وہ (حضرت) حسن کو خلافت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کرنے میں بڑی آسانی سے کامیاب ہو گیا۔ حضرت حسن اور معاویہ کے مابین کش مکش کی تاریخ اور سلسلہ وار واقعات وحالات نیز وہ شرائط جن کے تحت (حضرت) حسن خلافت سے دستبردار ہو کر مدینہ گئے تھے، کافی حد تک مبہم ہیں۔ تاہم یہ حقیقت اپنی جگہ برقرار ہے کہ حسن کی کنارہ کشی کے بعد خلافت بڑی آسانی سے اموی

حریف کو ملی، جسے صوبوں میں بڑی تیزی کے ساتھ، ماسوا شیعہ اور خوارج کے مسلمانوں کی اکثریت نے نئے خلیفہ کی حیثیت سے تسلیم کیا۔ معاویہ نے بڑی چابکدستی کے ساتھ قصاص عثمان کے بہانے سے قیادت پر قبضہ کیا اور اموی خلافت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا۔ جس نے تقریباً ایک صدی تک (۴۱تا۱۳۲ھ،۶۶۱تا۷۵۰ء) موروثی طرز پر اسلامی مملکت پر حکمرانی کی۔ ان پیشرفتوں کے نتیجے میں شیعی مذہب اپنی قدیم تاریخ کے مشکل ترین دور میں داخل ہوا اور شیعہ بنی امّیہ کے ہاتھوں شدید اذیتوں کے شکار ہوئے۔ معاویہ کی آخری فتح کے ساتھ حضرت علی اور آپ کے خاندان کے غیر شیعی حامیوں کے باقی ماندہ لوگ یا تو منحرف ہوکر فاتح گروہ میں شامل ہوگئے یا ادھر ادھر بکھر گئے۔ نتیجتاً اب حضرت علی کے زمانے کے گوناگوں قسم کے شیعہ کم ہوگئے تھے اور صرف اصلی شیعہ باقی رہ گئے تھے، جنہوں نے کوفہ میں ایک چھوٹے مگر پرجوش مخالف گروہ کی حیثیت سے اپنا وجود برقرار رکھا۔"[ix]

حضرت امام حسن کی امامت پر حضرت علی بن ابی طالب نے بھی نص فرمایا تھا۔ اکثر قدیم مورخین نے امام حسن کی امامت پر حضرت علی سے نصوص کو لکھا ہے۔ "ولما مات أمیر المؤمنین (علیه السلام)، جاء الناس إلی الحسن (علیه السلام)، فقالوا: أنت خلیفة أبیك، وصیُّه۔ وقال المسعودي: «وقد ذكرت طائفة من الناس: أن علیاً رضي الله عنه أوصی إلی ابنه الحسن والحسین، لأنهما شریكاه في آیة التطهیر. وهذا قول كثیر ممن ذهب إلی القول بالنص» وعن علي (علیه السلام): أنت یا حسن وصیي، والقائم بالأمر بعدي۔ وفي نص آخر: یا بُنَيَّ، أنت وليُّ الأمر، وولي الدم"[x] یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام شیعہ فرقے حضرت حسن بن علی کی امامت پر حضرت علی کی طرف سے نص جلی کو تسلیم کرتے ہیں۔ حیات رسول میں مسلمانوں کی ایک طبقہ اسی عقیدے کا حامل تھا تاہم ان کی تعداد بہت زیادہ نہیں تھی۔ یقیناً ہر دور میں اہل معرفت لوگوں کی تعداد کم رہی ہے۔

یہاں تک کہ ائمہ اہل بیت کے وفادار مسلمانوں میں سے بھی اکثریت ان کی ہوتی تھی، جنہیں اپنے امام کی صحیح معرفت حاصل نہیں تھی۔ یہ اپنے زمانے کے امام کو الٰہی نمایندہ تصور نہیں کرتے تھے بلکہ امام کو دنیاوی قائد (Political Leader) کے طور پر ہی تسلیم کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صلح حضرت حسن کے بعد ایک بڑی تعداد نے معاویہ کی خلافت کو تسلیم کیا، لیکن ساتھ ہی جو لوگ امام کے درجے اور رتبے کی حقیقت کو پاچکے تھے۔ انہوں نے حضرت حسن کی خلافت کو نہیں چھوڑا، لیکن یہ تعداد میں بہت کم تھے۔ تاہم یہ لوگ حضرت حسن کو علی کے بعد اپنا پیشوا سمجھتے رہے۔ مورخین نے اسی اقلیتی گروہ کو شیعہ سے یاد کیا ہے۔ شیعیت کے تمام گروہوں نے حضرت حسن بن علی کی خلافت اور امامت کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ البتہ فرقہ اسماعیلیہ نزاریہ نے حضرت حسن کو مستقر امام کے عنوان سے تسلیم نہیں کیا بلکہ انہیں امام مستودع کے طور پر قبول کیا۔ حضرت حسن کو امام مستودع ماننے کا نظریہ قدیم اسماعیلیوں کے ہاں نہیں پایا جاتا تھا۔ تمام بنیادی اسماعیلی اور غیر اسماعیلی مواد امام حسن کی امامت کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے یہ بتانا کافی دشوار ہے کہ ''نظریہ مستودع اور مستقرہ'' کب اسماعیلیت میں آیا۔ جس کی وجہ سے حضرت حسن امامت کے اصلی مقام و منزلت میں برقرار نہیں رہے۔ اس پر ڈاکٹر فرہاد دفتری نے اپنی مشہور کتاب The Ismailis میں تفصیل سے بحث کی ہے اس کا خلاصہ یوں ہے۔ (راقم نے اپنے الفاظ میں تلخیص کیا ہے) "النوبختی اور القمی کی روایات کے مطابق قرمطیوں نے جو مبارکیہ سے منشعب ہوئے تھے، اپنے اماموں کی تعداد سات تک محدود رکھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بعد کے تفرقے میں اسماعیلیہ سبعیہ یا سات اماموں کو ماننے والوں کے اضافی نام سے موسوم ہوئے۔ ان میں پہلے امام علی بن ابی طالب تھے، جو امام بھی تھے اور رسول بھی۔ ان کے علاوہ حسن، حسین، علی بن حسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد اور آخر میں

محمد بن اسماعیل بن جعفر تھے، جو امام قائم المہدی کے ساتھ ساتھ نبی مرسل بھی شمار ہوتے تھے۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ دونوں مصنّفین ائمہ کی تعداد کو سات تک محدود کرنے کی خاطر جب حضرت علی سے آغاز کرتے ہیں تو قرمطیوں کے ماننے والے اماموں کے سلسلے سے اسماعیل بن جعفر کے نام کو حذف کرتے ہیں۔ نتیجتاً محمد بن اسماعیل اس سلسلے کے ساتویں امام ہوتے ہیں۔ مگر ملل و نحل کے یہ امامی مصنفین عین اسی وقت یہ کہتے ہوئے اپنے قول کی تردید کرتے ہیں کہ قرمطیوں کے عقیدے کے مطابق امامت عملاً امام صادق کی زندگی میں ہی آپ کے فرزند اسماعیل کی طرف منتقل ہو گی تھی، بالکل اسی طرح جس طرح بامرِ الٰہی غدیر خم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی کی طرف منتقل ہوئی، درحالانکہ آنحضور خود بھی زندہ تھے۔ اس تعداد کی بناء پر اسماعیل کو امام بلکہ امام ہفتم ہونا چاہئے، جس کے نتیجے میں آپ کے بیٹے محمد اس سلسلے کے آٹھویں امام بن جائیں گے۔ تاہم صورت حال واضح نہیں۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ بعض قرمطی یا قدیم اسماعیلی حضرت اسماعیل کو امام مانتے تھے جبکہ بعضوں نے ان کے نام کو شجرہ ائمہ سے حذف کیا ہے۔ بعد کی اسماعیلی تحریروں میں حضرت علی کو ایک عام امام کے مقابلے میں بلند تر مقام دیا گیا ہے اور آپ کو اساس امامت شمار کیا ہے او رحضرت اسماعیل کو ہمیشہ ائمہ کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اس گنتی کے مطابق جسے اب تک مستعلویوں نے برقرار رکھا ہے، حضرت حسن کو امام اول شمار کیا گیا ہے اور حضرت اسماعیل اور حضرت محمد بالترتیب امام ششم اور ہفتم شمار ہوتے ہیں۔ نزاریوں نے بعد میں اس عددی نظام میں کسی حد تک ترمیم کی ہے، جو حضرت علی کو پہلے اور حضرت حسین کو دوسرے امام مانتے ہیں اور تمام اماموں کے یکساں مقام پر زور دیتے ہیں۔ نزاری حضرت حسن کو

سلسلہ ائمہ میں شامل نہیں کرتے، اس لئے کہ ان کے نزدیک آپ امام مستودع تھے جو ائمہ مستقر سے مختلف ہوتے ہیں۔"

بہرحال حضرت حسن بن علی کو مستقرہ کے منصب میں فائز نہ کرنے کی وجہ معاویہ سے صلح نہیں بلکہ اسماعیلیوں نے "عقیدہ سبعہ مستقرہ" میں حضرت محمد بن اسماعیل کو ساتویں امام ثابت کرنے کے لئے حضرت علی اور حضرت حسن کی امامت کو متنازع بنادیا ہے۔ ورنہ مذکورہ ائمہ کی امامت میں قدیم شیعوں میں کسی طرح کا اختلاف نہیں پایا جاتا تھا۔ امامت مستقرہ اور مستودع میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ امام مستودع کو اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی ولاد میں سے کسی کو اپنا قائم مقام کو مقرر کرے جبکہ امام مستقر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کو اپنا قائم مقام پر نص امامت کرے یقیناً اس نظریہ کے مطابق امامت امام مستقر کی اولاد میں رہے گی۔ اس نظریہ کے مطابق حضرت حسن امام مستودع کہلاتے ہیں، لیکن شیعیت کے نظریہ امامت میں صرف حسن اور حسین کی امامت استثنائی ہے، جس میں امامت بھائی سے بھائی کو ملی ہے۔ "لا تکون الامامۃ فی اثنین بعد الحسن والحسین۔ امامت حسن اور حسین کے بعد دو بھائیوں میں جمع نہیں ہوگی۔"[xi] بھائی سے بھائی کو امامت کے ملنے اور نسل حسین بن علی پر امامت کے جاری ہونے کے سلسلے میں شیعیت میں اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح سے حضرت علی کی طرف سے حضرت حسن پر نص امامت کرنے پر شیعیت میں کوئی دورائے نہیں ہیں۔ اسی طرح اس بات میں بھی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت علی نے براہ راست حضرت حسین کیلئے نص نہیں کی ہے۔ تاریخی اعتبار سے حضرت علی کے بعد حضرت حسن ان کے جانشین بنے اور حضرت حسین نے ان کے دور امامت میں ان کی اطاعت کی۔ شیخ صدوق نے امام مہدی کی امامت میں جن احادیث کو جمع فرمایا ہے، ان میں سے ایک حدیث ایسی بھی ہے، جس میں آپ ﷺ نے حضرت حسن بن علی کا نام لے کر نص امامت کی ہے۔ "اے علی تجھ سے صرف وہ محبت کرے گا، جس کی ولادت پاک ہوگی اور تجھ سے صرف وہ بغض رکھے گا، جس کی ولادت نجس ہوگی۔ تجھ سے مؤمن

دوستی رکھے گا اور کافر دشمنی۔ پس عبداللہ ابن مسعود نے پوچھا: ہم آپ کی حیات میں خبیث ولادت اور کافر کی علامت تو جان گئے کہ وہ علی سے بغض عداوت رکھے گا، مگر آپ ﷺ کے بعد وہ کیا علامت ہے، جس کے ذریعے ہم ایسے اشخاص کے بارے میں جان سکیں کہ وہ خبیث ولادت اور کافر ہے۔ جو زبان سے اقرار کر رہا ہو اور دل میں نفاق لئے ہوئے ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے مسعود! علی بن ابی طالب میرے بعد تمہارے امام اور تم پر میرے خلیفہ ہیں۔ ان کے بعد میرا بیٹا (حضرت) حسن تم پر امام و خلیفہ ہے اس کے بعد میرا بیٹا حسین امام اور خلیفہ ہے۔ پھر حسین کی اولاد میں نو ائمہ ایک کے بعد ایک امام و خلیفہ ہوں گے۔"[xii] شیخ بابوے قمی نے ان تمام روایتوں کو جن میں امامت حضرت حسن اور حضرت حسین کے علاوہ بھائیوں کو نہیں ملنے کی خبر دی گئی، اپنی کتاب "کمال دین اور تمام نعمۃ" میں جمع فرمایا ہے۔

نتائج:

قدیم اسماعیلی (اسماعیلیہ مبارکیہ) کے عقیدے کے مطابق حضرت علی اور حضرت حسن کی امامت ثابت ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی امام اول ہیں اور حضرت حسن امام دوئم ہیں۔ لہٰذا اسماعیلیہ مبارکیہ اور شیعہ اثنا عشریہ میں حضرت علی سے حضرت جعفر صادق تک کی امامت میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جبکہ موجودہ صورت حال کے مطابق اسماعیلیہ مستعالیہ (ترتیب کے بغیر) حضرت حسن سے حضرت جعفر صادق تک کی امامت میں شیعہ اثنا عشریہ سے متفق ہیں تو دوسری طرف اسماعیلیہ نزاریہ حضرت علی کو امام اول اور حضرت حسین کو امام دوئم تصور کرتے ہوئے حضرت جعفر صادق تک کے ائمہ میں شیعہ اثنا عشریہ سے ہم نظریہ ہیں۔ لہٰذا مستعالیہ اور نزاریہ دونوں مختلف جہتوں سے اثنا عشریہ کے ساتھ مشترک عقیدہ کے حامل ہیں یعنی ایک طرف مستعالیہ حضرت حسن کی امامت کے قائل ہیں تو دوسری طرف نزاریہ حضرت علی کی امامت کے قائل ہیں۔ پس تینوں یعنی شیعہ اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ کے دونوں فرقے نزاریہ اور مستعالیہ حضرت

جعفر صادق کی امامت میں مشترک عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی طرح قرامطہ بھی حضرت علی کو امام اول اور حضرت حسن کو امام ثانی سمجھتے ہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ یہ لوگ حضرت علی کے حوالے سے غلو آمیز نظریات بھی رکھتے ہیں لیکن حضرت علی اور حضرت حسن کی امامت میں یہ لوگ بھی اثنا عشریوں سے ہم عقیدہ ہیں۔

حوالہ جات

i زاہد علی ڈاکٹر، تاریخ فاطمین مصر، نفیس اکیڈیمی، اردو بازار، کراچی، طبع چہارم 1979، ج2، ص256

ii تاریخ فاطمین مصر، ص256

iii البغدادی، الامام عبد القاہر بن طاہر بن محمد، الفَرق بین الفِرق، علق علیہا الشیخ ابراہیم رمضان، لبنان: دار المعرفۃ، الطبعۃ الرابعۃ 1424ھ، ص251

iv تاریخ فاطمین مصر، ج2، ص141

v المجلسی، الشیخ محمد باقر، بحار الأنوار، مؤسسۃ الوفاء، بیروت، ج36، ص254

vi المکتبۃ الشاملۃ: الشیخ صدوق، علل الشرائع، تحقیق وتقدیم: سید محمد صادق بحر العلوم، سنۃ الطبع 1385، 1966ء، الجزء الاول، مصادر الحدیث الشیعۃ، قسم الفقہ

vii http://www.valiasr-aj.com/urdu/shownews.php?idnews=396 بحوالہ اصول کافی ج1 ص297

viii http://www.valiasr-aj.com/urdu/shownews.php?idnews=396 بحوالہ الارشاد، شیخ مفید، ص188

ix دفتری، فرہاد، اسماعیلی تاریخ اور عقائد، مترجم، ڈاکٹر عزیز اللہ نجیب، اقبال برادرز پبلیشرز کراچی، ۱۹۹۷ء، فصل ششم، ص52

x المکتبۃ الشاملۃ: القسم المام الحسن، الکتاب الحیاۃ السیاسیۃ للامام الحسن (ع)، ج6، ص2

xi سبحانی، شیخ جعفر، بحوث فی الملل والنحل، الموسسہ الامام الصادق، قم، الطبعۃ 1424ھ، ج6، ص536

xii صدوق ابی جعفر محمد بن علی بابویہ القمی، کمال الدین وتمام النعمۃ، ص281، ج1، مترجمین، الکساء پبلیشرز، نارتھ کراچی، اشاعت دوئم ربیع الثانی، 1423ھ